الٹی منطق

تیسرا کتاب شافی لعلم الہدیٰ جو غالی ترین شیعہ کی تصنیف ہے اور کتاب تلخیص جو شیعوں کے محقق طوسی کی تصنیف ہے جن کا حوالہ گزر چکا ہے ان میں صاف صاف روایت امام جعفر صادق، امام محمد باقر سے اور وہ امام زین العابدین سے فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان نے ان کی خلافت کو ناپسند کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ جس پر شیر خدا نے ان کو وہ ڈانٹ دی کہ تا قیامت عبرت رہے گی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو سراہا۔ اور اس کو برحق تسلیم فرمایا۔ اس واقعہ سے تقیہ یا جبراً بیعت کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے۔ جب اس قدر فوج مہیا تھی تو پھر خوف کا ہے کا تھا؟ نیز جبراً بیعت کا فائدہ ہی کیا تھا۔ جب جبراً ووٹ کی پرچی بھی حاصل نہیں کی جا سکتی تو وعدہٴ اطاعت ووفا جبراً حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر تقیہ اور جبراً بیعت کرنا بھی انوکھی منطق کا قضیہ ہے۔

بھائی تقیہ کا تو معنی ہی یہی ہے کہ ظاہر میں طرفدار اور دل سے بیزار۔ تو پھر مجبور ہونا اور نقل کفر کفر نباشد، گھسیٹنے کی نوبت آنا اور (معاذ اللہ) گلے میں رسا ڈلوا کر گھسیٹنے کی حالت میں مسجد میں جانا بھی عجیب رضامندی اور طرف داری کا اظہار ہے۔ دراصل اہل تشیع بیعت نہ کرنے اور ناخوشنودی کے جتنے احتمالات ہو سکتے ہیں بیک وقت پیش کر کے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں باہمی اختلافات ثابت کرتے وقت عقل سے بھی تقیہ کر جاتے ہیں اور یہی ایک تقیہ تمام تر شیعہ مذہب کے درد کی دوا ہے شیعوں کی کتاب کافی میں کئی جگہ شیر خدا کا خلفائے راشدین سابقین کے ساتھ بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر اکثر مقامات پر یہی لکھا ہوا ہے کہ مجبور ہو کر اور (معاذ اللہ العظیم) گلے میں رسا ڈلوا کر کشاں کشاں وعدہٴ اطاعت کیلئے بیعت کرنے کی خاطر شیر خدا تشریف لے گئے اور شیر خدا نے تقیہ کیا ہوا تھا۔ یعنی ظاہر میں ان کے ساتھ تھے اور اندرونی طور پر بیعت کرنا نہیں چاہتے اہل تشیع کے فضلا سے کوئی پوچھے کہ ظاہراً طرفداری اور جبر واکراہ کی باہمی آمیزش وامتزاج تو سمجھاؤ کہیں آپ اجتماع نقیضین کی مثال تو نہیں دے رہے؟ یا مانعۃ الجمع کو محقق الوجود تو نہیں بتا رہے؟ اس جبر واکراہ اور تقیہ کی باہمی امتزاج اور آمیزش کی شان دیکھنی ہو تو ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۶، ۴۴۹ اور کتاب حملہ حیدری مصنفہ علامہ باذل کا مطالعہ فرماویں۔ کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۹ کی عبارت بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابابکر لم یمنع امیر المومنین علیہ السلام ان یدعو الٰی نفسہٖ الا نظر ا للناس وتخوفا علیھم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا اوثانا ولا یشھدو ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وکان الاحب الیہ ان یقرھم علٰی ماصنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام وانما ھلک الذین رکبوا فاما من لم یصنع ذٰلک ودخل فیما دخل فیہ الناس علٰی غیر علم ولا عدواۃ الامیر المومنین علیہ السلام فان ذٰلک لایکفرہٗ ولا یجحد من الاسلام فلذٰلک کتم علی علیہ الالسلام امرہٗ وبایع مکرھا حیث لم یجد اعوانا۔ ۱۲

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں

نے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیعت کرنا شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ بیعت کرنے کیلئے لوگوں کو اس خوف سے نہ بلایا کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا چھوڑ دیں گے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے مرتد ہو جانے سے زیادہ پسند یہ بات تھی کہ صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کرنے پر لوگوں کو برقرار رکھیں۔ کیونکہ صدیق اکبر کے ساتھ بیعت نہ تو لوگوں کو کافر بناتی تھی اور نہ ہی اسلام سے خارج کرتی تھی اس لئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے امر کو چھپایا اور مجبور ہو کر بیعت کی۔

سوچیں ذرا

سب سے بڑی بات تو شان حیدری کا لحاظ رکھنا ہے کہ وہ شیر خدا کسی خوف یا ڈر کی بنا پر بیعت کرنے والے تھے یا نہ؟ دوسرا امام حسین کا اسی بیعت کے سوال میں سر دے دینا اور بیعت کیلئے ہاتھ نہ دینا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور ان باپ بیٹے کے نظریات میں خلاف و تضاد تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تیسرا شان حیدری کے برعکس اگر تقیہ و مجبوراً بیعت کا انعقاد فرض بھی کر لیا جاوے تو حسب ارشاد مرتضوی (نہج البلاغۃ خطبہ نمبر۱ و ناسخ التواریخ جلد۳ حصہ۲ صفحہ۳۲، ۴۸ پر جو آگے مذکور ہوگا) کہ زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے بیعت کی ہے اور دل سے نہیں کی تو بیعت کرنے کا اس نے یقیناً اقرار کیا اور بیعت کرنے والے زمرہ میں داخل ہو گیا الخ۔ چوتھا حضرت زبیر نے جو بیعت کی تھی جس کو حضرت علی صحیح بیعت قرار دے رہے ہیں وہ بھی حسب تصریح ناسخ التواریخ جلد۳، حصہ نمبر۲ صفحہ۷ انتہائی جبر و اکراہ کی بنا پر تھی اصل عبارت ناسخ التواریخ۔

از پس اواشتر روئے باز بیر کر د فقال قم یا زبیر واللہ لا ینازع احد الا وضربت قرطہ بھذا السیف، گفت اے زبیر بر خیز وبیعت کن۔ سوگند باخدائے ھیکس ازمناز عت بیروں نشود الا آنکہ سرش برگیرم پس زبیر بر خواست وبیعت کرد۔ الخ

یعنی حضرت علی کے خادم خاص اشتر نے حضرت زبیر کی طرف منہ کر کے کہا کہ اٹھ اور بیعت کر خدا کی قسم جو شخص بھی بیعت کرنے سے انکار کرے گا تو میں اس کا سر قلم کر کے رکھ دونگا۔ پس زبیر اٹھے اور حضرت علی سے بیعت کی۔

اب اس جبر و اکراہ کے ساتھ بھی بیعت صحیح بیعت کی طرح ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کرنا اسی طرح صحیح بیعت ہی تسلیم کر لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

اہل بصیرت کے سامنے اس پر تبصرہ تحصیل حاصل ہوگا لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ بیعت کرنے سے لوگ (معاذ اللہ) مرتد ہو جاتے ہیں اور صدیق اکبر کے ساتھ بیعت کرنے سے نہ اسلام سے خارج تھے اور نہ کافر بنتے تھے یہ کیوں؟

پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ جانتے تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

بیعت سے اگر لوگوں کو ہٹایا جائے تو مرتد ہو جائیں گے تو پھر حسب روایات ناسخ التواریخ وحملہ حیدری وغیرہ چھ ماہ تک یا (بروایت) دو ماہ تک توقف کیوں فرمایا؟ اور جب ارتداد جیسے فتنے کو روکنا تھا۔ تو (نقل کفر کفر نباشد) ریسماں اندازی (رسہ ڈالنا) اور کشاکشی کی تہمت کیوں لگائی گئی؟ اور جب (حسب روایت ناسخ التواریخ وشافی وغیرہ) ابوسفیان اور ان کے ساتھی ایک بے پناہ لشکر لے کر امداد کے لئے حاضر ہوئے تو مجبوری کا کیا معنی اور بے یار و مددگار ہونے کا کیا مطلب؟

مسلمان بھائیو! شیر خدا کی شان ہی جب ان مدعیان تولی کو معلوم نہیں تو اس قسم کی بے سر و پا رروایات نہ گھڑتے تو کیا کرتے۔ شاید امام عالی مقام شہید کربلا سے زیادہ شیر خدا بیعت پر مجبور تھے۔ (نعوذ باللہ ان نکون من الجاھلین) یا یہ کہ میدان کربلا میں خانوادۂ نبوت کی شہادت اور گلستان نبوت اور چمنستان رسالت کا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نذر خزاں ہونا مجاہد کربلا کی بیعت کر لینے سے روکا نہیں جا سکتا تھا اور معاندین اور شہید کنندگان سید شباب اہل الجنۃ اور حضور کے سارے خاندان عالی شان کو شہید کرنے والوں نے مرتد اور اسلام سے خارج نہیں ہونا تھا جن کو کفر اور ارتداد سے روکنا امام عالی مقام شہید کربلا کا اولین فریضہ تھا اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت اقدس پر عمل کرنا اپنی جگہ پر ضروری تھا اور ہم خرما ہم ثواب فی حد ذاتہ ایک مصلحت موجود تھی۔